عقیدہ ختم نبوت اور خانقاہ سراجیہ

قاری حمید احمد

۱۹۴۱ء میں حضرت خواجہ ابو السعد احمد خانؒ کے اس دنیا سے کوچ کرنے کے بعد آپؒ کے خلیفہ اجل حضرت مولانا محمد عبداللہ لدھیانویؒ آپ کی مسند پر جلوہ افروز ہوئے اور اپنے پیر ومرشد کے نقش قدم پر چلتے ہوئے علوم ومعارف کے سرچشمے سے عالم انسانیت کو سیراب کرنا شروع کیا اور مخلوق خدا کی اصلاح فرمائی۔ پھر جب حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ ۱۹۴۱ء میں دارالعلوم دیوبند سے سندِ فراغت حاصل کرکے تشریف لائے تو باطنی علوم وفیوض اور تصوف وسلوک کے کسب وحصول کے لئے اپنے مرشد حضرت مولانا عبداللہ لدھیانویؒ کے قدموں میں ڈیرے ڈال دیئے، آپؒ نے ان سے تصوف وسلوک کی امامت وسیادت پر مکاتیب شاہ غلام علی دہلویؒ، مکتوبات خواجہ معصومؒ، ہدایت الطالبین کے علاوہ مکتوبات امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ تین بار سبقاً سبقاً پڑھے۔ آپؒ کے شیخ ومربی آپ سے بے حد محبت کرتے تھے، انہوں نے آپؒ کی تربیت اس طرح کی جیسا کہ ایک حقیقی باپ اپنے بیٹے کی تربیت کرتا ہے اور مریدوں کو ایک واقعہ سنایا کرتے تھے کہ: ''جب شیخ الہند محمود حسن دیوبندیؒ مالٹا جیل میں اسیر تھے تو انہوں نے معارف قرآن حکیم کے نام سے ایک کتاب لکھنا شروع کی، چند صفحات لکھنے کے بعد چھوڑ دی، مریدین کے استفسار پر ارشاد فرمایا کہ میں مولانا حسین احمد مدنیؒ کو اس کتاب کی جگہ پر تیار کررہا ہوں، تاکہ ایک چلتا پھرتا نسخہ تیار ہوجائے''۔ تو حضرت خواجہ محمد عبداللہ لدھیانویؒ یہ واقعہ سنانے کے بعد فرماتے کہ ''اب میں بھی ایک چلتا پھرتا نسخہ تیار کررہا ہوں''۔

۱۹۵۶ء میں ان کے اس دنیا سے رحلت فرمانے کے بعد جب حضرت خواجہ خان محمدؒ مسند پر بیٹھے تو آثار وقرائن سے معلوم ہوا کہ وہ حضرت خواجہ خان محمدؒ ہی تھے، جن کے متعلق آپؒ کے مرشد اشارۃً فرمایا کرتے تھے کہ: میں بھی ایک چلتا پھرتا نسخہ تیار کررہا ہوں۔

آپؒ وقت کے ولی کامل، متبع سنت، سلوک واحسان کے امام تھے، آپؒ کی خدمات بیش بہا، قابل قدر اور لائقِ صد ستائش ہیں۔ بلا مبالغہ ہزاروں نہیں، بلکہ لاکھوں لوگ آپؒ سے فیض یاب ہوئے، جہالت میں ڈوبے ہوئے انسان، طاغوتی زنجیروں میں جکڑے ہوئے مسلمان اور شریعت

مطہرہ سے میلوں دور رہنے والے انسانوں کا تزکیہ ہوا، اور وہ صراط مستقیم پر چلنے والے، خدا کے حکموں کی پاسداری کرنے والے اور سنت نبوی کی چوکیداری کرنے والے بن گئے، نہ صرف وہ خود راہ راست پر آئے، بلکہ اوروں کے لئے بھی ہدایت کا ذریعہ بنے۔

خانقاہ سراجیہ کے بانی، مرشد العلماء والصلحاء حضرت مولانا احمد خانؒ کی دینی خدمات کا دائرہ صرف خانقاہ کے اصلاحی نظام تربیت وتزکیہ تک ہی محدود نہ تھا، بلکہ وہ ان تمام دینی تحریکات کے سرپرست، مؤید ومعاون بھی تھے جو مختلف عنوانوں سے برپا ہورہی تھیں، تحریک جدوجہد آزادی ہو یا تحریک خلافت ہو، یا تحریک ختم نبوت، حضرت مولانا احمد خانؒ ان تحریکات میں دامے درمے سخنے شریک رہے۔ بالخصوص تحریک تحفظ ختم نبوت میں آپؒ کا کردار انتہائی اہم اور سرپرست کا رہا۔ حضرت امیر شریعتؒ نے جب احرار اسلام کا شعبۂ تبلیغ تحفظ ختم نبوت قائم کیا تو بانی خانقاہ سراجیہ حضرت مولانا ابوالسعد احمد خانؒ نے مجلس احرار اسلام اور حضرت امیر شریعتؒ کی نہ صرف بھرپور حمایت کی، بلکہ اپنا عملی تعاون بھی پیش کردیا، اور تادم آخر یعنی اپنے سال وفات ۱۹۴۱ء تک اس کی ہمہ جہتی سرپرستی فرماتے رہے۔ آپؒ کی وفات کے بعد آپؒ کے جانشین حضرت عبداللہ لدھیانویؒ نے بھی اپنے مرشد گرامی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں بھرپور کردار ادا کیا اور خانقاہ سراجیہ کو اس عظیم تحریک میں ایک اہم مقام حاصل تھا، ملک بھر میں پھیلے ہوئے ہزاروں عقیدت مندوں کو حکماً تحریک میں شامل ہونے کے لئے کہا گیا، حتی کہ اسی تحریک میں حضرت مولانا خان محمدؒ بھی گرفتار ہوئے۔ حضرت خواجہ صاحبؒ نے اس عقیدے کے تحفظ کی خاطر میانوالی جیل، بورسٹل جیل اور سینٹرل جیل لاہور میں ۱۹۵۳ء میں قید وبند کی صعوبتیں برداشت کیں اور آپؒ ختم نبوت کے لئے کسی قسم کی قربانی سے دریغ نہیں فرماتے تھے۔

۱۹۷۴ء میں حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ سے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ بننے کی درخواست کی گئی، تو انہوں نے فرمایا کہ: میں ایک شرط پر اسے قبول کرتا ہوں، وہ یہ کہ اگر خواجہ خان محمدؒ نائب امیر کے طور پر میرے ساتھ کام کریں۔ حضرت خواجہ صاحبؒ نے اسے قبول کرلیا، پھر ۱۹۷۷ء میں محدث العصر علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ اپنے خالق حقیقی سے جاملے اور حضرت خواجہ صاحبؒ امیر مرکزیہ عالمی مجلس ختم نبوت منتخب ہوئے تو انہوں نے دنیا بھر کے اسفار کئے، حتی کہ منکرین ختم نبوت کے تعاقب کے لئے ہر قسم کی قربانی دی۔

۱۹۷۷ء میں جب جنرل ضیاء الحق کے دور میں تحریک ختم نبوت نے زور پکڑا تو اسلام آباد کی سڑکوں پر آپؒ کے بوڑھے جسم پر لاٹھیاں برسائی گئیں، اس کے باوجود بھی آپؒ ایک قدم پیچھے نہ ہٹے، بلکہ دوسرے قائدین کے ساتھ ساتھ نہ صرف بطور امیر کارواں، بلکہ اپنے آپ کو ایک کارکن

سمجھتے ہوئے شانہ بشانہ چلتے رہے، حتی کہ ۱۹۸۴ء میں مرزائیوں (قادیانیوں) کا سربراہ مرزا طاہر پاکستان سے بھاگ کر لندن جانے پر مجبور ہوا، آپؒ کی ذات محض ایک گوشہ نشین بزرگ کی نہیں، بلکہ جب ضرورت پڑتی اور باطل کو للکارنے کا وقت آتا میدان میں رسم شبیری ادا کرنے میں امیر قافلہ کا کردار ادا کرتے، باطل کے خلاف اٹھنے والی ہر تحریک کی آپؒ نے سرپرستی فرمائی، خصوصاً منکرین ختم نبوت کے لئے آپؒ شمشیر براں تھے، زندگی کی آخری سانسوں تک آپؒ نے عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کا فریضہ جرأت وہمت سے ادا کیا۔ آپؒ کی وفات سے ایک بڑا خلا پیدا ہو گیا، علماء، صلحاء، دین دار طبقے، مجاہدین، مبلغین، داعیان حق اور عوام الناس ایک عظیم روحانی سرپرست سے محروم ہو گئے۔ آپؒ کا وجود سایۂ رحمت تھا، جو نہ رہا، اس پر آشوب دور میں اللہ والوں کا اٹھ جانا، امت کے لئے کسی عظیم نقصان سے کم نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ حضرت خواجہ صاحبؒ کا چشم فیض ان کے شاگردوں، متوسلین، مریدین کی صورت میں ہمیشہ جاری وساری رہے، حضرت خواجہ صاحبؒ کا جب مشن زندہ ہے، وہ بھی زندہ رہیں گے، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

نتیجۂ فکر: مولانا رزین شاہ صاحب

یاد کرتے ہیں سدا احباب مے خانہ تجھے
مدتوں رویا کریں گے جام وپیمانہ تجھے
تم اچانک کس سفر پر ہم سے رخصت ہوگئے
منتظر ہیں، سوچتے ہیں، ہے یہاں آنا تجھے
وہ تبسم وہ علم کی چاشنی محبوبیت
دے دیے تھے رب نے کیا اوصافِ جانانہ تجھے
زینتِ محفل لکھوں یا زینتِ اہلِ چمن
یا لکھوں بلبل تجھے یا دیں کا پروانہ تجھے
جامعہ، شاخیں تری فرقت میں ہیں سب سوگوار
پیش کرتے ہیں سبھی اشکوں کا نذرانہ تجھے
صاحبِ اخلاق تھا، علم وادب کا شہسوار
رب اکرم نے دیے خلقِ کریمانہ تجھے
دے تسلی کیسے دل کو تری فرقت میں رزین
کیسے بھولے اے عطاء! یہ قلب دیوانہ تجھے